شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

معلمِ قرآن

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمٰی نے کامل بیالیس سال مسجد میں قرآن کا درس دیا۔ خود انھوں نے امیر المؤمنین حضرت عثمان، امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے کلام اللہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ کوفے کے تابعی بزرگوں میں ابوعبدالرحمٰن عبداللہ سلمٰی بڑے پائے کے قاری سمجھے جاتے تھے۔ درسِ قرآن کا انھوں نے کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ عمرو بن حریث کے لڑکے کو انھوں نے قرآن پڑھایا تھا۔ عمرو نے نیاز مندی اور محبت میں سواری کا ایک اونٹ اور اس کی جھول نذر کی۔ انھوں نے شکریے کے ساتھ لوٹا دی۔ فرمایا عزیزم! اس کتاب کے پڑھانے کی کوئی اجرت نہیں۔ خود ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے قرآن کس طرح پڑھا تو فرمایا دس آیات پڑھنے کے بعد جب تک ان آیتوں کے مطالب اور احکام نہ سمجھ لیتا آگے نہ بڑھتا۔ عزیزو! میں قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرتا جاتا تھا! یہ کہہ کر بڑی سوگواری سے بولے کہ ہمارے بعد مسلمان اس طرح قرآن پڑھیں گے کہ یہ ان کے حلق کے نیچے نہ اترے گا۔ مطلب ان اللہ کے بندے کا یہ تھا کہ اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا زیادہ میلان باقی نہ رہے گا۔

آج ہم اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو یہ حقیقت واضح طور پر نظر آجائے گی۔ ہم سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ ملک اللہ کے نام پر بنا ہے۔ قدر کی رات رمضان میں اس کی ابتدا ہوئی۔ نظامِ اسلام کے کے نفاذ کے لیے ارضِ ہمالہ میں مسلمانوں نے دو گوشے حاصل کیے۔ لیکن اس نظریاتی مملکت میں سب سے زیادہ کسی چیز کی ناقدری کی گئی ہے تو وہ اللہ کی کتاب ہی ہے۔ پاکستان بنتے ہی عربی کو لازمی مضمون کی حیثیت سے نصاب میں داخل ہونا چاہیے تھا اور ڈگری کلاسوں تک تفسیر اور فقہ کی تعلیم کا لازمی انتظام ہونا تھا لیکن برسوں گزر جانے کے باوجود اس ملک کی تعلیمی پالیسی ہر پھر کر وہی ہے جو لادینی مملکتوں میں ہوتی ہے۔ درسگاہوں میں طالب علم کیسے کیسے مطالبات منظور کرا لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کے لیے وہ کبھی کوئی استدعا نہیں کرتے۔ جامعات کے وائس چانسلر ایسے لوگ منتخب ہوتے ہیں جو یا تو نظریۂ پاکستان پر یقین نہیں رکھتے یا اسلامی تعلیمات کو رجعت پسندی کا مظہر سمجھتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ کالجوں سے فارغ التحصیل نژادِ نو خزاں رسیدہ خشک پتوں کی طرح آوارہ گردرہتی ہے۔ ان کا کوئی نصب العین نہیں، انھیں قرآن، حدیث اور احکامِ اسلام کے بارے میں اتنا بھی نہیں معلوم جتنا علم فلمی گانوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخِ اسلام میں سب سے پہلے نصابِ تعلیم بنایا تو قرآن کی تعلیم اور فوجی تربیت کو سب سے مقدم رکھا۔ حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ سلمٰی اپنے شاگردوں کو قرآن پڑھاتے تو انھیں اس کی پابندی پر بھی آمادہ کرتے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ خود نمونہ بن کر انھیں بتلاتے۔ ہمارے نظامِ تعلیم میں اسی بات کا فقدان ہے۔

طبقاتِ ابن سعد میں ہے کہ ابوعبدالرحمٰن درس دینے کی خاطر اور باجماعت نماز کے لیے ہمیشہ مسجد میں بیٹھے رہتے۔ حتیٰ کہ آخری عمر میں بیمار پڑے۔ بیماری حد سے بڑھی تو عزیزوں، رشتہ داروں نے کہا خدارا! اب تو گھر چلیے! مرض الموت میں بولے کہ میں نے سنا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ گویا نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ عزیزو! جب یہ بات ہے تو کیوں نہ میں مسجد ہی میں مروں! (ماخوذ: تجلّی)